

رؤیتِ هلال اور اختلاف مطالع کا مسئلہ

فضیلہ الشیخ احمد ہدال Guillah

مترجم: ڈاکٹر محمد خالد مسعود

[اس مرتبہ ملک بھر میں ایک ہی دن عید منائے جانے پر پاکستانی عوام نے جس بستی کا اظہار کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی دنیا میں دینی شعائر میں وحدت قائم کرنے کے جو رجحانات زور پکڑ رہے ہیں اس میں پاکستانی عوام بھی اللہ کے ساتھ ہیں۔ حکومت پاکستان قابل مبارک باد ہے کہ ماضی میں عید کے تعین میں جو جھگڑے اپنے تھے۔ تھے حکومت نے اس کی جزوں کو ہی اکھاڑ پہنچا ہے۔ رؤیتِ هلال کے سلسلہ میں خلقشمار کی یوں تو بہت سی وجہوں ہیں لیکن ان میں سے دو ہے حد اہم وہی ہیں۔ ایک تو رؤیتِ هلال کے سلسلے میں علاقہ وار اور ضلع وار انتظامات نہیں تھے جو کسی مُركز کے مانع ہوں اور اس طرح رؤیت کے لمبلوں میں وحدت قائم ہو سکے۔ مگری ہی رؤیتِ هلال کمیشی کے قیام سے ان علاقائی تنازعات کا خاتمہ ہو گیا ہے۔

اس ضمن میں خلقشمار کی دوسری بڑی وجہ اسے انتظام کی کمی رہی ہے جس میں فلکیاتی حساب اور شریعت دونوں کے تقاضے پورے ہوتے ہوں۔ پاکستان میں یہ کمی ابھی باقی ہے جب کہ دوسرے اسلامی ممالک میں اس کو کافی حد تک دور کیا جا چکا ہے۔ یہی کمی ہے کہ اس مرتبہ بھی رؤیت کمیشی اپنے قابل تحسین کارناموں کے باوجود حساب اور شریعت کے تقاضوں پر کماحتہ عہدہ برآ نہیں ہو سکی۔ پاکستان کے کئی علاقوں میں ۲۹ رمضان کو چاند نظر آگیا تھا لیکن رؤیتِ هلال کمیشی اس کی اطلاع ملنے سے قبل عد کا چاند نظر نہ آئے کے حتمی فیصلے پر پہنچ چک تھی (پاکستان ٹائمز ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۴ء)۔ اگر فلکیاتی حساب سے مدد لی گئی ہوتی تو یقیناً چاند کے نظر آئے کی قوی امکانات ان کے سامنے ہوتے اور وہ خصوص ایک "شرک موهوم" کے خلاف جہاد کے جذبہ کے تحت شرعی شواہد سے صرف نظر کرنے کے متکب نہ ہوتے۔ یہ کمی انشاعائد مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کی رصدگاہ کے قائم ہونے سے دور ہو جائے گی اور عالم اسلام تقویٰ وحدت کو اپنا کر فلکیاتی حساب اور شریعت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے قابل ہو سکے گا۔

مگری ہی رؤیتِ هلال کمیشی کے فیصلے کا جو پہلو قابل ستائش ہے وہ ہے ملک بھر میں ایک ہی دن عید منائے کا عزم۔ اس عزم کو زک پہنچانے کے سلسلے میں بعض

حلقوں نے ماضی میں "اختلاف مطالعہ" کے مسئلہ کا سہارا لایا ہے اور الادیشہ ہے آئندہ ہیں وہ اسی پر تکیہ کریں گے۔ یہ لوگ "اختلاف مطالعہ" کو فقہی اور شرعی حیثیت دے کر ایک ہی دن عینہ منانے کی کوششوں کو فعل عصب یا ایک معصوم طفلاں نے تمنا کا نام دینے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ ضرورت ہے کہ اختلاف مطالعہ کی شرعی حیثیت کا تفصیل جائزہ لیا جائے۔ اختلاف مطالعہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ مذاہب اربعہ نے اس کو کہاں تک معتبر سمجھا ہے؟

اس سوال کا جواب مفتی مصر شیخ احمد عبدالعال الہریدی نے اپنے ایک مقالے تحدید اول الشہور العربیہ و توحید مواہید الصوم و الاعواد میں تفصیل سے دیا ہے۔ یہ مقالہ الفکر الاسلامی، یعنی شوال ۱۳۸۹ھ صفحات ۲۰۱-۲۰۲ کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔

مفتی صاحب نے اپنے مقالے کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصہ میں تمہیدی سوال سے بحث کی ہے اور دوسرے حصہ میں اختلاف مطالعہ کے بارے میں مذاہب اربعہ کے سوالک بر روشی ڈالی ہے۔ طوال کے خوف سے پورے مقالے کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ صرف دوسرے حصہ کا ترجمہ قارئین کی نظر کیا جا رہا ہے۔ البتہ موضوع کی اعمیت کے پیش نظر مقالے کے حصہ اول کے مباحث کا خلاصہ تمہید کے طور پر شامل کیا جاتا ہے] [پیش نظر مقالے کے حصہ اول کے مباحث کا خلاصہ تمہید کے طور پر شامل کیا جاتا ہے] (متترجم)

الله تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا تھا کہ عبادات کے اوقات کے تعین میں سہوں کے لئے ان میں سے بعض کو سورج کی گردش سے متعلق کر دیا اور بعض کو رؤیت ہلال سے۔ پانچوں نمازوں کے اور سحری اور انطار کے اوقات سورج سے وابستہ کردنے لئے تو روزوں، عید الفطر، حج اور قربانی کے ایام کا تعین رؤیت ہلال سے متعلق رکھدی لیکن چونکہ کرماء رہم ہر ہر علاقے کا محل وقوع مختلف ہے اور چاند اور سورج کی گردش اللہ تعالیٰ کے مقرر کر زدہ نظام کے تحت ایک متین حساب سے ہوتی ہے اس لئے سورج کے طلوع و غروب اور رؤیت ہلال کا ہر علاقے میں مختلف ہونا لازمی ہے۔ نمازوں کے اوقات اور سحری اور انطار کے اوقات میں تمام اسلامی دنیا میں واحد ممکن نہیں تھی اس لئے علمائے امت کا اس پر اجماع قرار پایا کہ اختلاف مطالع شمس کا اعتبار لازمی ہو گا۔ ہر علاقے میں اسی علاقے کے حساب سے طلوع و غروب کا اعتیار ہو گا اور اس پر کسی دوسرے علاقے کے طلوع و غروب کی پابندی نہیں ہو گی۔

اکچھے چاند کا بھی یہی حال ہے کہ اس کے وزانہ طلوع و غروب میں اور ماہانہ رؤیت و ظہور میں مختلف علاقوں میں تفاوت پایا جاتا ہے۔ تاہم ہن عبادات کے اوقات کے تعین کا مسئلہ چاند کی حرکت پر وابستہ ہے جو ان عبادات کے اوقات کے تعین سے

مختلف ہے جو سورج کی حرکت پر متعلق ہیں۔ دونوں کے اوقات میں اتنا بڑا فرق ہے کہ کسی طرح بھی ان کو مطابق قوار نہیں دیا جاسکتا۔ ایک تو یہ کہ چاند پر متعلق اوقات عبادات چاند کی روزانہ گردش پر وابستہ نہیں بلکہ ان کا تعلق ماہانہ گردش سے ہے جب کہ سورج پر متعلق اوقات عبادات اس کی روزانہ گردش پر مبنی ہیں۔ دوسرے سورج پر متعلق اوقات عبادات میں دریائی وقوع بہت محضور ہیں جو کہنؤں یا مشین کے حساب سے کئی جاستے ہیں جبکہ کہ چاند پر متعلق اوقات عبادات بین وقوع طویل ہیں جو میںوں کے حساب سے شمار ہوتے ہیں۔

اس تفاوت کی وجہ سے جہاں سورج کی گردش پر متعلقہ اوقات عبادات کے سلسلے میں علماء اختلاف مطالع شخص کے معتبر ہوئے پر کلی طور پر متفق میں وہاں چاند کی گردش پر متعلقہ اوقات عبادات کے تعین میں اختلاف مطالع قبور کے معتبر ہوئے پر شدید اختلاف رائے موجود ہے حتیٰ کہ جمہور کے قریبیک اختلاف مطالع قبر معتبر نہیں ہے۔

جمہور کے نزدیک رؤیت هلال کا حکم اجماعی ہے انفرادی نہیں۔ اس لئے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ روزن کے وامب ہونے پر مکاف کے لئے رؤیت شرط نہیں ہے چنانچہ انہی اور ایسے قیدی وغیرہ جن کے لئے چاند دیکھنا ممکن نہیں ان پر بھی روزے واجب ہوتے ہیں۔ یہ بات تصویص شرعیہ کے الفاظ سے بھی ظاہر ہوتی ہے اور رسول اللہ کے عمل سے بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کی رؤیت پر تمام مسلمانوں کو روزے رکھنے کا حکم دیا۔

در اصل اس مسئلے پر علماء میں جو اختلاف پیدا ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ اسلام میں چونکہ تکلیف و وجوب کی بنیاد مکلف کی اہلیت و استطاعت پر ہے اور چونکہ استطاعت زبانی اور جغرافیائی احوال کے لحاظ سے مختلف ہو سکتی ہے اس لئے اس کے احکام بھی مختلف ہوں گے۔ چنانچہ انہوں نے توجہ نکلا کہ جب ہر علاقے میں رؤیت مختلف ہوگی تو اہلیت و وجوب میں بھی اختلاف ہوگا۔ دوسرے اس مسئلے میں انہوں نے چاند پر متعلقہ ایام عبادات کو سورج سے متعلقہ اوقات عبادات سے مقابل قرار دے کر اختلاف مطالع قبر کو اختلاف مطالع شمس پر قیاس کر دالا۔ تیسرا یہ کہ انہوں نے حدیث کروہرہ میں ان عبارت کی تبییر کو حدیث کا درجہ دے دالا (حدیث کربلا پر کو تفصیل آگئے کر)۔

سخوں کیا الحائی تو اختلاف رائے اسی بنتادین در حقیقت اجتناد پر ہوئ کتاب و سنت میں نظر اور غمہم پر رکھی گئی ہیں اور یہی وہ بنیاد ہے جس پر فقه اسلامی کی عظیم عمارت قائم ہے۔ کیا یہ ہمارا فرض ہیں کہ ان قسمی امور کے متعلق جو اسکے سلسلے میں کرنے ہوئے وہی ممکن ہے کام کیے کر مختلف آراء پر مدد ادا کو انتشار کریں جو امت مسلمہ کی مصالح و مقاصد کے لئے بنا دے سکیں ہوں۔

آج کی امت مسلمہ سینکڑوں سال کے مغربی استعمار کے بوجہ سے نکل کر آزادی کا سانس لینے کے قابل ہوئی ہے تاہم ہم ابھی تک مختلف قوموں اور قبائل میں پھیل ہوئی ہیں آج جب اقتصادی، سیاسی، اجتماعی اور دینی وحدت کی کوششی ہو رہی ہیں اور استعماری اثرات کو ختم کرنے کی جدوجہد ہو رہی ہے اس کا تلقاضا ہے کہ علماء دینی مسائل و شعائر کے سلسلے میں اختلاف و خلفشار کے سرچشمون کو ہیشہ کے لئے بند کر دیں۔

قری مہینوں کی پہلی تاریخوں کے تعین کے بارے میں علماء سعی ماویں اختلاف کافی شدید ہے۔ وہ اس بات پر متفق نہیں ہو پائے کہ شریعت کی سعادیات اور فقہ اسلامی کے احکام کی روشنی میں ایک هجری تقویم وضع کی جائے جس پر تمام سماں کے مسلمان عمل کریں اور اس کی بنیاد پر ان عبادات کی ادائیگی میں جن کا امن سسئیے سے تعلق ہے مسلمانوں کے مظاہر دینی میں وحدت قائم ہو سکے اور اپنے دینی تہواروں اور عیدوں کی ادائیگی میں ان کے دلوں کو یہ اطمینان حاصل ہو جائے کہ انہوں نے یہ عبادات صحیح اوقات میں ادا کی ہیں اور اس بارے میں کوئی شک اور تذبذب باقی نہ رہے۔

اس میں کیا شک ہو سکتا ہے کہ لمبی وحدت اساری سکرہ ارضی پر پھیلے ہوئے اسلامی سماں اور اقوام کے ماویں روابط کو مستحکم کرنے کا سب سے مؤثر عامل بن سکتی ہے اور یہی وحدت مسلمانوں کی صورت میں جمعیت اور اتحاد کا راستہ ہموار کرے گی۔

ذیل کی سطور میں ہم چاند کے مطالع کے اختلاف کے معنبر ہوتے کے بارے میں علماء کی آراء کا تفصیلی جائزہ ایں گے۔ پھر ہم اس رائے کی نشاہدہ کریں گے جو زیادہ تھوڑی بنیام وہ پر قائم ہوگی اور جو مسلمانوں کے احوال کے مطابق اور ان کی بھروسہ کی ضمانت ہوگی۔

الدرستھار شرح تنویر الائصر میں ہے

”اختلاف مطالع قطعاً سعیر تبیں اور اهل مشرق اهل مغرب کی رقبت کے پابند

ہوں گے۔“ -

اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ کے ارشاد جو میں عموم خطاب پایا جاتا ہے۔ وہ حدیث مبارک (سوسوا الرؤیۃ و انطروا لرؤیۃ) میں لرؤیۃ کے الفاظ کی وجہ سے مطلق رؤیۃ سے متعلق ہے کسی بھی قوم کی رؤیۃ پر جس پر یہ لفظ صادق آتا ہو، اس حکم کے عموم کی وجہ سے متعلقہ امور ثابت ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ سب پر روزے واجب ہو جائیں گے کیونکہ وجوہ عام ہے۔ اس کے پر خلاف سورج کی گردش اور اس کی پانچ پون نمازوں کے اوقات میں نسبت کے سالمی میں زوال اور طلوع و غروب کا یہ حکم نہیں کیونکہ قاعدہ ہے کہ کوئی اس جو وجوب کے عموم ہے وابستہ ہو محض اس بات پر ثابت نہیں ہو جاتا کہ خطاب شارع میں اس کا ذکر موجود ہے۔

اکثر مشائخ حنفیہ نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (اس کے برعکس) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار اس لئے ہے کہ اس کا سبب ”شہر“، (مسہنہ) ہے چنانچہ کسی قوم کے چالند دیکھ لینے پر ان کے ہاں اس کا جو انعقاد ہوتا ہے، دوسرے لوگ جن کے ہاں مطالع مختلف ہے اس کے پابند نہیں ہیں۔ زیلیعی نے تبیین العقالی شرح کنز الدقالی میں اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

قرآن قیاس نہیں ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے کیونکہ ہر قوم بے خطاب اسی چیز ہے کیا جاتا ہے جو ان کے ہاں موجود ہو۔ سورج کی شماعوں سے ہلال کی دوری مختلف علاقوں میں مختلف ہے۔ جیسے کہ وقت کا آنا جانا ہر علاقے میں مختلف ہے چنانچہ اگر سپری میں سورج ڈوب جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مغرب میں بھی ڈوب گیا۔ اسی طریق طلوع سورج اور غروب شمس کا مسئلہ ہے بلکہ جب بھی سورج ایک درجہ حرکت کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں ایک قوم کے لئے طلوع سورج کا وقت ہوتا ہے تو ایک کے لئے طلوع شمس کا، کچھ کے لئے غروب کا وقت اور کچھ کے لئے آہی رات۔

اوپر کی بعثت (اور دکونوں راپوں) کا ماحصل یہ ہے کہ حنفی مذہب میں راجع رائے اور مفتی بد قول یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے

اور اہل مغرب کی رویت کے اہل شرق بھی پابند ہیں۔ جہاں تک ان چند
حتفی فنهاء کی رائے کا تعلق ہے جن کا تبع زبانی نے کیا ہے تو اس کی بنیاد
یہ ہے کہ اختلاف کے اعتبار میں مطالع شمسن پو سطائع قمر کا قیامن کیا کیا ہے
اور جیسا کہ راجح رائے کے ضمن میں بیان ہوا یہ قابل قبول نہیں۔ اس کی
مزید تفصیل ذیل میں آئے گی اور یہوضاحت کی جائی گی کہ اس سٹولہ میں
قیاس کیوں کر سکن ہے۔

مالکی مذهب

خطاب نے مواہ العطیل میں لکھا ہے :

مشهور مذهب یہ ہے کہ رمضان کے ثبوت کا حکم میں شخص کے لئے ہو گا جن تک
یہ حکم پہنچ جائے۔ بشرطیکہ یہ دو عادل گواہوں یا اس سے زیادہ کی شہادت کے ساتھ
پہنچج۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ ثبوت حاکم عام یعنی خلیفہ کے سامنے طے
پایا ہو یا محدود اختیارات کے حامل حاکم خاص مثلاً امیر یا قاضی کے سامنے طے ہوا ہو۔
ابن ماجشوں نے لکھا ہے کہ ”جب شہادت حاکم خاص کے سامنے پیش ہوئی ہو تو
یہ ہر شخص کے لئے لازمی نہیں ہوگا اس کے پابند صرف وہ لوگ ہوں گے جو اس حاکم
کے حلقہ اختیار میں شامل ہوں۔ ان کے لئے یہ حکم عام ہوگا۔“

”ابن ماجشوں کا قول نقل کرنے کے بعد“ خطاب نے مزید تشریح کرتے ہوئے
لکھا ہے :

ابن عفرہ کا قول ہے کہ ابو عمر یعنی ابن عبدالبر کا کہنا ہے کہ تمام علماء
کا اس پر اتفاق ہے کہ رویت کا حکم دور کے علاقوں پر جاری نہیں ہوگا مثلاً اندلش کا
خراسان پر۔

ابن جوزی نے القوین التقویہ میں لکھا ہے کہ دور کے علاقوں مثلاً حجاز اور الدار
ایک دوسرے کی رویت کے پابند نہیں ہوں گے۔ اس پر اجماع ہے۔

اویر جو کچھ اکھا گیا ہے اس کا منحصر یہ ہے کہ مالکیوں کے ہان
مطالع قمر کے اختلاف کے اعتبار کے بارے میں تین رائین ہیں۔

(۱) اول - اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں۔ اگر حاکم بیوت رمضان

اک حکم دینے تو علاقے قریب ہوں یا دور سب جگہ حکم ثابت ہوگا۔ حاکم عام ہو یا خاص۔ جب صحیح اور قابل اعتقاد ذریعے سے یہ حکم ان تک پہنچ جائے تو اسلامی ممالک کے تمام لوگوں کے لئے اس حکم کی پابندی لازمی ہوگی۔

(۲) دوم۔ اختلاف مطالع صرف اس صورت میں معتبر ہے کہ جب روایت ثابت ہو جانے اور حاکم خاص رمضان کے ثبوت کا حکم حکم دے دے تو یہ حکم عام نہیں ہوگا۔ اس کے پابند حوصلہ وہی لوگ ہوں گے جو اس حاکم کی ولایت میں ہیں۔ لیکن اگر حاکم عام کے سامنے ثابت ہو تو یہ تمام ملکوں کے لئے لازمی ہوگا علاقے خواه قریب ہوں یا بیعد۔

(۳) ثالث۔ اختلاف مطالع صرف ان علاقوں میں معتبر ہوگا جو نے حد دور ہیں۔ جیسے الدلس حجاز سے۔ جب رمضان اندلس میں ثابت ہو تو حجاز کے لوگ اس قائلے کی بنا پر اس ثبوت کے پابند نہیں ہوں گے۔ البتہ قریبی علاقوں میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہوگا اور ان میں حکم عام ہوگا، خواہ حاکم عام ہو یا خاص۔ اس صورت میں دوری اور نزدیکی کا سوال پیدا نہیں ہوگا۔

این عبدالبر نے اسی (تیسروی) رائے پر مالکیوں کا اجماع نقل کیا ہے۔ البتہ مالکیوں کے ہاں اس کی وضاحت موجود ہے کہ ان کے ہاں این عبدالبر کے اجتماعات اور این رشد کے اتفاقات قابل اعتقاد نہیں۔ چنانچہ خطاب نے لکھا ہے کہ پہلی رائے مشہور ہی المذهب ہے اور اسی پر عمل ہے۔ علامہ حلیل نے اپنی "مختصر" میں صرف اسی رائے کے بیان پر اکتفا کی ہے۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ وہ اپنی کتاب میں صرف انہی اقوال پر اکتفا کریں گے جن پر مالکیہ کا قتوں ہے۔ لہذا ان تک الحاط سے بھی پہلی رائے ہی مشہور فی

المذهب اور مفتی بد ہے۔ پھر یہ کہ تیسری رائے کے مقابل میں دو مختلف اور معارض رایوں کا وجود این عبدالبر کے اس دعویٰ کی کہ تیسری رائے ہر اجماع ہے عدم صحت کی دلیل ہے۔ تاہم مالکیوں کے نزدیک یہ مستہلہ اس صورت کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا کہ جہاں حاکم رویت کے ثبوت کا حکم دے چکا ہو۔

شافعی مذهب:

نقی الدین ابن السبک نے اپنے رسالے *العلم المنشور في إثبات الشهور* میں لکھا ہے:-

یہ قول ہے ہر علاقہ مطلقاً اپنی رویت کا پابند ہے، ضعیف ہے۔ کیونکہ سید بن منصور نے اپنی مصنف میں ابی عمر بن انس سے سند صحیح یہ روایت کی ہے کہ میرے چھاؤنے جو انصاری تھے اور صحابی تھے بیان کیا کہ شوال کے چاند کے روز باطل تھے اس لئے صبح ہم نے روزے رکھئے۔ دن کے آخر میں کچھ کھوڑ سوار آئے انہوں نے رسول اللہ کے سامنے آکر گواہی دی کہ انہوں نے گذشتہ روز (کل) چاند دیکھا تھا۔ رسول اللہ نے حکم دیا کہ لوگ روزے توڑ دیں اور اکلی روز عد کے لئے نکلیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ دو اہم ایامی رسول اللہ کے پہلے آخر رمضان میں آئے اور آپ کے سامنے انہوں نے حلفیہ گواہی دی کہ گذشتہ رات چاند دیکھا تھا۔ رسول اللہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ روزے کھوڑ لیں۔

اس مستعلیہ میں کم سے کم فاصلے کی جو شرط رکھی گئی وہ یہی کمزور ہے کیونکہ ہر اس علاقے کا اعتبار جس کا دوسرا ہے پوشید رہنا متصور نہیں ہو سکتا تو صحیح ہے لیکن ساری اقلیم کا اعتبار ضعیف ہے۔ جب ایک علاقے میں چاند دیکھ لیا جائے تو اس کا تمام علاقوں کے لئے واجب اور لازم ہونا تو بالکل ہی ضعیف ہے۔ کیونکہ عمر بن الخطاب رض اور خلفائے راشدین میں سے کسی سے ہمیں یہ منتقل نہیں کہ جب انہیں چاند نظر آجاتا تو وہ دنیا بھر کو اس کے بارے میں لکھتے۔ اگر یہ لازمی ہوتا تو ان اصحاب کا دین سے جو لکھا تھا اس کے پیش نظر و ضرور ایسا کرتے۔

یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ چاند بعض علاقوں میں نظر آتا ہے اور دوسرے علاقوں میں اس کی رویت ممکن نہیں ہو سکتا کہ یہ بات یقینی ہے کہ سورج کس مقام پر غروب ہو چکا ہوتا ہے تو دوسری جگہ ابھی شروب نہیں ہوا ہوتا۔ علماء کا این پر اجماع ہے کہ نمازوں کے اوقات میں ہر قوم کے نزدیک ان کے فجر، زوال اور غروب کے اپنے اوقات

ہی بختیر ہیں اور وہ دوسریوں کے حکام کے پابند نہیں۔ اس وجہ سے بھی اکہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اسی کے معروفات کے مطابق خطاب کرتا ہے۔

النبوی نے المجموع میں لکھا ہے کہ :

”تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ جب رمضان کا چاند کسی علاج میں نظر آئے اور دوسرے کسی علاج میں نہ آئے تو اگر یہ علاجی ایک دوسرے کے قریب ہوں تو ان کا حکم ایک علاجی کا ہو گا اور اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن اگر یہ علاجی ایک دوسرے سے دور ہوں تو دو صورتیں مشہور ہیں اور ان میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ دوسرے علاجی کے لوگوں پر روزہ واجب نہیں ہوا۔ دوسری صورت گئے علاج سے واجب ہوا۔ دوری اور قربت کے اعتبار میں تین صورتیں دیکھی جاتی ہیں۔ پہلی جو صحیح ہے وہ یہ ہے کہ دوری کی بنیاد ان دو علاقوں کے درمیان اختلاف مطالع پر ہے۔ یہ بات کئی علاقوں مثلاً حجاز، خراسان اور عراق وغیرہ پر صادق آئے گی (دوسری صورت یہ ہے کہ) قربت کی بنیاد اس پر ہے کہ ان علاقوں میں اختلاف مطالع نہ ہو مثلاً بغداد کوفہ، ری اور قزوین وغیرہ۔ تیسرا صورت یہ ہے کہ دوری اور نزدیک کے فیصلہ کی بنیاد اقلیم کے اتحاد اور اختلاف پر ہے۔ اگر اقلیم ایک ہی ہے جیسے کوفہ اور بغداد کی صورت میں، تو وہ قریب کھلانی کے اور اگر اقلیم مختلف ہو جیسے بغداد اور دمشق تو وہ دور کھلانی گے۔ تیسرا صورت میں دوری کا اندازہ قصر کی ساخت اور اس سے زیادہ کے سلسلے ہو گا۔ اگر ساخت قصر ہے کم ہو تو علاجی قریب شمار ہوں گے۔

یہ بحث جاری رکھتے ہوئے آخر میں امام نبوی لکھتے ہیں:-

حاصل کلام یہ کہ اس مسئلے میں چہ صورتیں بنتی ہیں:-

(۱) زین پر کچیں ہیں، چاند نظر آجائے تو زین کے باشندے اس کے پابند ہوں گے۔ اس صورت کو این السبک نے غیب قرار دیا ہے۔

(۲) کسی اقلیم کے علاجی میں چاند نظر آجائے تو اس اقلیم کے تمام باشندے اس کے پابند ہوں گے لیکن دوسرے نہیں۔

(۳) کسی علاجی میں چاند نظر آجائے تو جس علاجی کا مطالع ہیں ہو وہ چاند والے علاجی کی رویت کا پابند ہوکا لیکن دوسرے نہیں۔ اور یہ سب سے زیادہ صحیح صورت ہے۔

(۴) ہر وہ شہر جس کا بغیر کسی عارض کے کسی دوسرے شہر کے باشندوں سے اوجہل ہونا ناممکن ہو۔ اپس میں ایک دوسرے کی رویت ملال کے پابند ہوں گے لیکن دوسرے نہیں۔ این السبک نے ایسے بہتر قرار دیا ہے۔

(۵) قصر کی مسلطت یہ کم کے علاجی ایک دوسرے کی رویت کے پابند ہیں لیکن دوسرے نہیں۔

(۱) رؤیت کے پابند صرف اس علاقے والے لوگ ہوں گے جیسا کہ رفتہ رفتہ ہوتی ہے، باقی نہیں۔

ابن السبک نے اشارہ کیا ہے کہ دوسرا (کذا : بہتر ہے 'بہلا، پڑھا جائے' پانچواں اور چھٹا قول ضعیف ہے۔ ان کے نزدیک بہتر اور قابل اعتبار دو رائے ہیں اور مطلع میں موافقت کا اعتبار امن بنیاد پر ہوا کہ جیسا کہ دو یا زیادہ علاقے ایک ہی خط پر واقع ہوں اور ان کے ایک دوسرے سے اوجھل ہونے کا تصور نہ ہو سکتا ہو۔ ابن السبک نے اختلاف مطالع کے مخالفین کے قول کے رد میں جو توجیہ پیش کی ہے اس پر بحث آئندہ آئے گی۔

حنبلی مذہب:

ابن قدامہ نے الغنی میں اس عنوان کے تحت لکھا ہے :

”جب ایک شہر (علاقے) کے لوگوں نے چاند دیکھ لیا تو تمام علاقوں میں لوگوں پر روزہ لازم ہوگا“

یہ قول لیث کا اور امام شافعی کے بعض اصحاب کا ہے اور ان نے ذکر کیا کہ مخالفین جو اختلاف مطالع کے معتبر ہوتے کے قائل تھیں انہوں نے حدیث کریمہ رضیؐ سے استدلال کیا ہے*۔ جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اور یہ دلیل دی ہے کہ جب ابن عباس سے کہا گیا کہ کیا معاوید رضیؐ کی رؤیت اور روزے رکھنا کافی نہیں تو انہوں نے کہا : نہیں۔ رسول اللہ نے ہمیں اس طرح ہی حکم فرمایا ہے۔“

* حضرت کریمہ رضیؐ سے روایت ہے کہ ام الفضل بنت العمار و رضی اللہ عنہما نے انہی شام حضرت معاوید رضیؐ کے پاس کسی کام سے بھیجا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں شام بھیجا اور ان کا کام کر لیا۔ اور وہیں رمضان کا چاند ہو کیا۔ میں ابھی شام میں ہی تھا کہ جمیعہ کی رات کو میں نے هلال دیکھا۔ پھر مجی وہاں سے جل پڑا اور سیمنہ کے آخر میں ملائی پڑھیا۔ پھر مجھے این عباس رضیؐ نے دریافت فرمایا۔ تم نے چاند کب دیکھا..... میں نے کہا : جمیعہ کی رات کو، پوچھا، انہی نے خود دیکھا تھا۔ میں نے کہا جی عمال اور یہی تمام لوگوں نے دیکھا انہوں نے یہی روزہ رکھا اور حضرت معاوید رضیؐ نے یہی این عباس رضیؐ نے فرمایا۔ ہم نے تو ہفتہ کی رات کو چاند دیکھا۔ تو ہم تو روزے رکھتے رہیں گے یہاں تک کہ تیس پورے ہو جائیں یا چاند نظر آجائی۔ میں نے پوچھا؛ کیا حضرت معاوید رضیؐ کی رؤیت اور ان کے روزے کافی (ثبوت) نہیں۔ انہوں نے کہا : ہمیں تو رسول اللہ کا یہی حکم ہے کیونکہ آپ نے فرمایا تھا ”چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو“۔

اس کے بعد این تفاصیل کھٹکتے ہیں :

ہماری دلیل حکم حداوندی ہے : فتن شہد منکم الشہر فلیصلہ (جن نے اس مہینے کو پایا تو وہ اس میں روزے رکھئے) لور رسول اللہ کا وہ ارشاد ہے کہ جب ایک اعرابی نے اپنی سے کہا : "کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ سال کے اس مہینے میں روزے رکھئے۔ آپ نے فرمایا : ہاں

رمضان کے مہینے میں تمام مسلمانوں پر روزے واجب ہونے پر اجماع ہے اور جب قدر لوگوں کی گواہی کی بنیاد پر یہ کتاب ہو جائیے کہ اس روز رمضان کا دن ہے تو اس بنیاد پر تمام مسلمانوں پر اس روز روزہ واجب ہوگا۔ رمضان کا مسیہ دو ہلائوں کے وقت کا نام ہے۔ قرضہ کا ولیب الادا مومن، طلاق کے وقوع، غلاموں کی آزادی، نذر کا وجوب اورغیرہ تمام احکام کے ضمن میں اس روز کے احکام ثابت ہوتے ہیں۔ عوام اور اجماع کی بنیاد پر اس دن کا روزہ بھی واجب ہوگا۔ پھر اس وجہ سے بھی کہ ایک عادل گواہ نے رذیت کی شہادت دی ہے تو روزہ واجب ہو گی اسی طرح جیسا کہ دو شہروں کے قریب ہونے کی صورت میں ہوتا۔

جہاں تک حدیث کریب رضا کا تعلق ہے تو وہ صرف اس بات کی دلیل ہے کہ ان عباد نے تنہ کریب کے قول پر المطار نہیں کیا اور ہم بھی اس کے قائل ہیں۔ اختلاف البته اس بات پر ہے کہ (رمضان کے) پہلے روز کی قضا واجب ہوئی یا نہیں۔ ظاهر ہے حدیث میں اس مسئلے سے بعث نہیں کی گئی۔

اپنے خالقین کا جواب دیتے ہوئے جو کہتے ہیں کہ حلال کا مسئلہ وہی ہے جو سورج کے طلوع و غروب کا ہے اور جیسا کہ سلم میں کہ چنانچہ طلوع و غروب کے بارے میں ہر علاقے کے لئے اپنا اپنا حکم ہے یعنی حکم حلال کا ہے۔ احتساب قاضی ابو یعلیٰ نے لکھا ہے :

"ہر روز طلوع و غروب کی رعایت کی تکرار کی وجہ سے تکلیف میں مشقت شامل ہو جاتی ہے جس کی ان بیادات کی قضا مقاضی ہوتی ہے۔ حلال رمضان میں ایک مرتبہ آتا۔ سب سال میں ایک روز کی قضا میں اتنی بڑی مشقت اور حرج نہیں۔ یہ مسئلہ کی بنیادی دلیل اس کی حقیقتی ہے۔ کہ اس ایک روز میں روزی ہو یعنی یہ مسئلہ کو لئے نام ہو۔"

یہ ہیں چاروں مذاہب کے قہماء کی آراء جن پر اکثر اسلامی ممالک میں عمل کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ یہ مسئلہ کے دونوں

رخون کا ملخص ہے۔ ایک رخ جس پر جمہور کا عمل نہ چاند کے مطالع کے اختلاف کے عدم اعتیار کا ہے یعنی اگر کسی بھی اسلامی علاقے میں روایت ملال کا شرعی ثبوت مل جائے تو تمام اسلامی ممالک کے باشندوں ہو لازم ہوگا کہ وہ اس روایت کے نتائج کی پابندی کریں بشرطیکہ اس کا ثبوت صحیح اور قابلِ ثائق طریقے سے یہم ہوئے جائے۔

دوسرा رخ وہ ہے جسے امام شافعی اور ان کے اکثر اصحاب نے اختیار کیا ہے۔ ان کے مطابق مطالع کے اختلاف کا اعتبار ہوگا۔ راجح رائے کے مطابق ان کے نزدیک ایک اسلامی شہر کی روایت کے پابند صرف اسی شہر کے لوگ ہوں گے جہاں روایت ہوئی یا وہ لوگ ہوں گے جن کے شہروں کا مطلع روایت والی شہر کے مطلع سے مشترک ہے یا وہ ہوں گے جن کے ہاں روایت کا اوجہل ہونا ممکن نہ ہو۔

ظاہر ہے پہلی رائے اپنے دلائل کی بنا پر راجح ہے اور اس پر عمل مسلمانوں کی مصالح سے قریب تر ہے۔ کیونکہ روزوں، حج، فربانی کی عبادتوں اور عیدوں اور دینی تہواروں کی آدائیگی میں یکسانیت مسلمانوں کے اتحاد اور اتفاق میں مدد دے گی۔ دوسری رائے کے حامل لوگوں نے جن دلائل کا سہارا لیا ہے وہ ناقابل قبول ہیں اور ان میں بحث اور اختلاف رائے کی کافی گنجائش ہے۔

حدیث کریم رض کے سلسلے میں ہم اس سے قبل این قدابہ کا وہ قول نقلی کر آئے ہیں جس میں بڑیوضاحت سے انہوں نے اس کا رد کیا ہے۔

جہاں تک چاند کے مطالع کے اختلاف کو سورج کے مطالع کے اختلاف کے اعتبار پر جس بحسب کا اتفاق ہے قیاس کرنے کا تعلق ہے اور جس سے اجنب میں سے زیلی نے اور شوافع میں سے این السبکی نے اختیار کیا ہے اس سکے بالی سے ہم حنفی مذہب کی بحث کے دروانہ ذکیر کو جھکھے ہیں، کہ قاضی ابوبعلی یعنی اس کی تردید کی ہے۔

قاضی ابو بعلی کا کہتا ہے کہ سوچ کے مطالع کے اختلاف کا جو اعتبار کیا گیا اور یعنی قوم کے لئے اس کے اپنے اوقات ہی پابندی کا جو حکم دیا گیا اس کی عرض یہ ہے کہ لوگوں کو احتجاج اور مشقت سے بچایا جائے ورنہ عبادات کی ادائیگی میں ان شہروں کے لوگوں کو قضا دینی پڑتی جو دوسرے شہروں کی توقیت اور اس کے حکم کے پابند ہوتے۔ اس کے برعکس چاند کے مطالع کی صورت دوسری ہے۔ ان کے اختلاف کا اعتبار نہ کرنے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی منوع لازم آتا ہے۔ کیونکہ سال بھر میں رمضان کا سہیہ صرف ایک ہے۔ حکم رفیت پر عمل سے دوسرے علاقوں پر اگر قضا لازم آتی ہے تو صرف ایک روز کی یعنی رمضان کے پہلے روزے کی اور وہ بھی اس حورت میں جب ان لوگوں کو رفیت کا ثبوت اسی روز نہ ملا ہو جس روز رفیت والی شہر میں چاند دیکھا گیا۔ اور ایک دن کی قضا میں اتنا بڑا حرج نہیں۔

پھر یہ بات پچھلے زبانوں میں تو مستقیع اور مسکن تھی جب کہ مواصلات اور خبر کے ذرائع اس حد تک ترقی یافتہ نہیں تھے جیسا کہ ہمارے دور میں ہیں۔ آج یہ بات آسان ہے اور عملاً مسکن ہے کہ کسی واقعہ کے وقوع کے بعد چند لمحات کے اندر الدر دنیا کے تمام کوئوں اور دور دراز مقامات تک اس کی خبر پہنچا دی جائے۔ اگر اسلامی ممالک کے باشکن سفری کوئے میں محروم کے وقت رفیت ثابت ہو جائے اور مثال کے طور پر وہاں چہ بھی کا وقت ہو تو اگر یہ خبر ریڈیو پر نشر کی جائے تو فلبائن اور سلایا کے لوگوں کو جو اسلامی ممالک کے عین سترقی کوئے پر ہیں۔ خبر سے پہلے بھی مل جائے گی یہ اتنی مدد ہے جو رمضان کے علم سحری کے تناول اور لیت صوم کے لئے کافی مہمات ادا کے دینی ہے۔ یہ تو اس حورت میں ہے کہ جب ان علاقوں میں ٹھوکھتوں کا فرقہ ہے دوسرے اسلامی ممالک تو ان سے بھی قریب ہیں اور وہاں یہ خیر فہر سے بہت پہلے مل سکتے گی۔ اس مہمات کی مدت مغرب کی طرف

اور زیادہ ہوگ اور وہاں توقیت کا فرق بھی کم ہو گا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ راشدین ثبوت رویت کے بارے میں دوسرے علاقوں کو نہیں لکھا گرتے تھے حالانکہ انہیں دین سے شدید لگاؤ تھا تو اس منسلے میں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ جہاں تک قریبی علاقوں کا تعلق ہے وہاں لکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔

خبر ویسے ہی پہنچ جاتی تھی۔ اور جہاں تک دور کے علاقوں کا تعلق ہے وہاں مواصلات کی مشکلتوں اور خطوط کے بروقت پہنچنے کے امکانات کم ہوتے کی وجہ سے لکھنا ویسے ہی بے معنی ہوتا۔ اور شرعی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ جب تک رویت کا علم صحیح اور قابلِ ثبوت ذریعہ سے نہ ہو، دوسرے شہروں کے لوگوں پر روزہ واجب نہیں ہوتا۔

جہاں تک اس دلیل کا تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم سے اُسی میں خطاب فرماتے ہیں جو ان کے ہاں معروف ہو تو یہ ہمارے موقف کی تائید ہی کرتا ہے کیونکہ روزہ اس وقت تک واجب نہیں ہوتا جب تک اس کا علم اور اس پر اطمینان نہ ہو جائے۔

اس موقع پر اس اس کی طرف اشارہ کرنا فائدہ سے خالی نہ ہو گا کہ علامہ ابن عابدین حنفی بنے اپنے رسالے *تبیہ الغافل و الوستان* علی الحکام هلال رمضان میں علامہ ابن حجر شافعی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ امام شافعیؓ جو اختلاف مطالع کے اعتبار کے قائل تھے، بد رائے رکھتے تھے کہ جب کوئی حاکم جو اختلاف مطالع کے معتبر ہوئے کا قائل نہ ہو کسی اسلامی شہر میں رویت کے ثبوت کا حکم دے دے تو دوسرے شہروں پر بھی اس حکم پر عمل کرنا لازم ہوگا اور شرعاً ان پر روزہ واجب ہوگا کیونکہ اس حکم کے تصریح میں اگلا دن رمضان کا ہوگا۔ اس رسالے میں جب حاکم سے خود چالہ دیکھا۔

ہو (یا وہ عدم اعتبار اختلاف مطالع کا قائل ہو) اور وہ رویت کے ثبوت کا حکم دے دے تو ایام شافعی کے سوا کسی کے نزدیک مختلف ملکوں میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہوگا اور سب کے لئے ان پر عمل واجب ہوگا۔ این حجر نے بھی اس کا ذکر کرنے ہونے اس سے اتفاق کیا ہے کیونکہ اس طرح فطماً یہ رمضان کا دن ہوگا۔

اس طرح ائمہ اربعہ کا اس پر اجماع ثابت ہو جاتا ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار اس صورت میں کسی طرح نہیں ہوگا جب کسی اسلامی شہر کے حاکم کے حکم سے رویت ثابت ہو جائے۔ جب یہ حکم سہنے کے شروع میں پہنچ جانے اور روزوفی، عجید، قوباني اور زدیلی تمباوروں کی تاریخوں کی خبر دوسرے شہروں میں صحیح طریقے سے پہنچ جائے تو اس صورت میں شرعی طور پر دوسرے شہروں کے باشندوں پر اس حکم کی پابندی لازمی ہو جاتی ہے۔ بھی وہ طریقہ ہے جس پر آج کل عمل ہورہا ہے۔

تاہم ہم یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ کسی اسلامی شہر میں رویت کے ثبوت کو، اس کے حکم اور سہنے کے آغاز کی دوسرے تمام اسلامی شہروں میں پابندی کو موثر بلانے کے لئے اور روزوں اور عیدوں کے العقاد کو قابل عمل بنا لئے یہ شرط ضرور اختیار کی جائے کہ دوسرے تمام

* هدی الاسلام اردن (عدد: ۱۸، مجد: ۱۳۹۵) ربیعہ ۹۸ پر سنکپہ ملایا اور انٹویشا کے علم کے اعلان کا متن شائع ہوا ہے کہ ان تینوں ممالک میں ہیشہ ایک ہی کاریخ کو رمضان اور عید الفطر منائی جانا کرے گی۔

خبراء العالم الاسلامي کی ۱۹ مئی ۱۹۷۸ء کی اشاعت میں صفحہ ۹۸ پر سنکپہ رویت ہلاں میں مکہ مکرہ کا اتباع کرنے ہیں۔ بنکاک میں سعودی عرب کے سفارتخانہ سے رجوع کیا جاتا ہے اور مکہ سکریٹری تاریخوں ہونے پر رویتا کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ یہ ان ممالک کی خبریں ہیں جو اسلامی دنیا کے عین مشرقی سرے پر واقع ہیں۔ یہ ایسی پوسٹر ہے کہ عالم اسلامی کے ٹانی ملکوں میں بھی ایک ہی تاریخ کو رمضان اور عید کے العقاد کے رجحانات قوی ہونے جا رہے ہیں۔ (ترجمہ)

شہر رویت والے شہر کے ساتھ رات کی مدت میں کسی نہ کسی حد تک اشتراک رکھتے ہوں تاکہ ان کے ہان رات اور دن میں تقاویت زیادہ نہ ہو سکے۔ اور سہینہ آئندہ دن سے شروع ہو سکے اور صبح روزہ رکھا جاسکے۔

اس شرط کے پورا کئے بغیر عمل بین دشواریاں پیش آسکتی ہیں اور رویت کی رات سے اگلے دن سے سہینہ شروع نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اگر ہمیں کسی اسلامی شہر سے رویت کی خبر طلوع غیر کے بعد ملی یا اگلے روز صبح کے وقت ملی تو اس شہر میں چاند رات سے سہینہ کے آغاز پر عمل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اگلے روز سے ہو سکتا ہے لہذا اسی اعتیار سے اسی شہر اور اس جیسے دوسرے شہروں کی نسبت سے اختلاف مطالعہ کا اعتبار ضروری ہو گا۔
مجمع البحوث الاسلامیہ، الازھر نے اپنی تیسرا کانفونس میں بخوبی مددی الآخر ۱۳۸۶ھ مطابق اکتوبر ۱۹۶۶ء میں دوسرے اجلاس میں قواردادوں منظور کی گئی تھیں وہ انہی امور کے بارے میں تھیں۔

* مفتی صاحب کی شرط کے ساتھ یہی عالم اسلام میں رمضان اور عید وغیرہ میں وحدت قطعاً ممکن ہے کیونکہ ان میں یہ بیشتر علاقے مکہ مکرمہ کے ساتھ رات کے وقت میں اشتراک رکھتے ہیں۔ لیکن اصل مستہلہ یہ تھیں۔ رویت حلال کی یہ باریکیاں صرف رمضان اور شوال کے سہیوں تک محدود نہیں رہتی چاہیں۔ یہ اہتمام سال بھر ضروری ہے۔ دقت دراصل یہ ہے کہ رمضان اور شوال میں محدود کرتے وقت اس بات کو قطعاً فراموش کر دیا جاتا ہے کہ مستہلہ دراصل تقویم کا ہے۔ اختلاف مطالعہ کے اعتبار سے تقویم میں جو فرق پڑتا ہے اسے بھی ملحوظ رکھنا چاہئے۔ خلط بھت اتنے لمحے ہوتا ہے کہ کسی خاص علاقے میں رویت حلال کے واقع کو میلاد حلال کے ساتھ ملا گیا ہے حالانکہ دونوں کو الگ رکھنہ چاہیے تھا۔ اس کی مختصرًا وضاحت کے لئے ہم جمال الدین الفندی، صدر شعبۃ "فلکیات"، جامعہ قاهرہ کی تقریبے جو انہوں نے اسلامی رصدگہ کی کمیشی کے سامنے چند سوالوں کے جواب میں کی ایک انتباہ سے پیش کرئے ہیں:

"ایک علمی اور مذہبی حد امام پہلو یہ ہے کہ سورج یا چاند کے خروج کا واقعہ مقامی ہے اور اختلاف مکان کے ساتھ بدلتا ہے لیکن نئے حلال کی پیدائش کا واقعہ عالمی ہے یعنی حلال تمام سطح زمین کی نسبت میں ایک آن واحد میں پیدا ہوتا ہے لیکن اس کی رویت میں سطح زمین پر دن اور رات کے اوقات کے تقاؤت سے فرق پڑ جاتا ہے۔ ظہور کے اس مقامی واقعہ اور عالمی واقعہ میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے لازمی ہے کہ یا تو گریجوں کی طرح کوئی ایک مقام معین کر لیا جائے جہاں سے وقت کا شمار ہو سکے یا ہم سطح ارضی کے تمام آفاق کا اعتبار کریں۔ جبکہ تک جدید الات رسل و رسائل مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویژن یا نیلیکران وغیرہ ایجاد نہیں ہوئے توہم اس وقت تک دوسرے طریقے پر ہی عمل ہو سکتا تھا اور ہوتا تھا: . . ."

(تفصیل کے لئے دیکھئے اخبار العالم الاسلامی، مارچ ۱۹۷۴ء) (ترجمہ)